عالم میرزا ناسک —— امرتسری
راولپنڈی

آج کا مسلمان

بے رنگ ہوئے لالے ترے سب کوہ و کمر میں
باقی نہ رہا خون ترے قلب و جگر میں

پژمردہ و افسردہ نہالانِ چمن ہیں
شبنم میں ہے باقی نہ وہ نم بادِ سحر میں

مدت سے گہن میں ہیں ترے چرخ کے تارے
سوزش ہے شرر میں نہ ضیا شمس و قمر میں

محرومِ بصیرت ہیں فرنگی کے مقلد
ہیں اصل کے اثرات عیاں اس کے ثمر میں

حیوانیتِ محض نہیں مقصدِ انساں
مخفی ہے کوئی اور ہی شے روحِ بشر میں

کیا ہو گیا وہ جذبِ مسلمانی خدایا
ہے غیرتِ دیں باقی پدر میں نہ پسر میں

باطل کے پرستار ہیں فرعون کے بندے
اسباب غلامی ہیں حسیں ان کی نظر میں

دیں پڑھتے ہیں تحصیلِ زر و مال کی خاطر
زر بڑھ کے دل و دین سے ہے ان کی نظر میں

دنیائے جمادات کے خود غرض پجاری
کم تر زِ جمادات رہے اہلِ نظر میں

جب دامنِ دل سوزِ محبت سے ہو خالی
ملتا ہے کوئی لطف سفر میں نہ حضر میں

مکتب کے جواں ہیں سبھی الحاد کے خوگر
جچتے نہیں قرآن و خبر ان کی نظر میں

افرنگ کے ہر ملحدِ بے دیں کی باتیں
بڑھ چڑھ کے ہر اک بات سے ہیں انکی نظر میں

اس دیس کے استاد بصیرت سے ہیں محروم
آگ عشقِ محمد ﷺ کی نہیں ان کے جگر میں

اے ناسکِ ناداں نہ مصائب کا گلہ کر
سو حکمتیں ہوتی ہیں نہاں اس کے ضرر میں

حمزہ آغائی

میرے دیس کے افسر — بامِ عروج کے کبوتر

نہ اف کیجئے نہ بٹ کیجئے ! جو افسر کہے وہ جھٹ کیجئے

پچھلے مہینے کی بات ہے ۔ ڈپٹی کمشنر ملتان نے دفاتر کی حاضری چیک کی ۔ اکثر بڑے بڑے آفیسر غیر حاضر پائے گئے ۔ ڈپٹی کمشنر نے ان کے نام کچھ اس طرح کا پیغام تحریر کیا :

"آج صبح میں آپ کے سلام کے لئے حاضر ہوا تھا ملاقات نہ ہو سکی ۔ خدا کرے آپ خیریت سے ہوں! پھر کبھی آؤں گا ۔"

ایک دفعہ مجھے اپنے ایک دوست کے ساتھ محکمہ تعلیم کے ڈائریکٹر سے ملنے کا اتفاق ہوا ۔ بڑے تپاک سے ملے ۔ سردیوں کا موسم تھا ۔ چپڑاسی کو بلایا ۔ کنوں لانے کے لئے پیسے دیئے ۔ چپڑاسی نے کنوں لا کر میز پر رکھ دیئے ۔ انہوں نے چپڑاسی سے کہا " ان میں سے ایک اچھا سا اٹھا کر مجھے دیدو ۔" چپڑاسی نے چن کر ایک صحت مند کنوں اپنے صاحب کو دیا ۔ میں نے دیکھا کہ اس صاحب نے وہ موٹا سا کنوں اپنے چپڑاسی کو دیکر کہا ۔ "یہ تم لے جاؤ ۔ باقی ہم خود کھاتے رہیں گے ۔"

ایک دفعہ میں نے ایک بہت بڑے آفیسر کی گفتگو سنی جو ایک گنوار سائل کو کوئی بات سمجھا رہا تھا اور بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی ۔ بات دوبارہ سمجھانے کی کوشش کی وہ نہ سمجھا ۔ بجائے اس کے کہ وہ آفیسر اس سائل کو جھڑک دیتا — اور غصے سے کہتا " تمہیں سمجھ نہیں آ رہی ......" اس نے بڑی شفقت سے سائل سے پھر کہا ۔ " بابا جی! شاید میں آپ کو نہیں سمجھا سکا ۔ بات یوں ہے ...."

قارئین ! ایسے واقعات بظاہر تو اپنی نوعیت کے اعتبار سے معمولی دکھائی دیتے ہیں لیکن حسنِ اخلاق اور نرمی کی یہ باتیں اُن لوگوں کے لئے باعثِ درس ہیں جو خدا کی زمین پر فرعون بن کے زندگی بسر کرتے ہیں ۔ دوسروں کو سلام میں پہل کرنے کی بجائے اپنے عارضی عہدے کے غرور میں سلام کا جواب دینے میں بھی قباحت محسوس کرتے ہیں کہ آفیسری کا نشہ اُن کی عقل کو زائل کر دیتا ہے ۔ ایسے بھی ہیں جو اپنے سوا کسی کو انسان ہی نہیں سمجھتے ۔ خون کی سڑی ہوئی پھٹکی کی پیداوار ایک حقیر سا کیڑا ۔ دوسرے کیڑے سے نفرت کرتا ہے ۔ "ہم چو ما دیگرے نیست قسم" کے لوگ

اپنے ہی زعم میں دنیا کی اس تھوڑی سی خوش حالی پر پھولے نہیں سماتے ہیں۔ قرآن مجید کی اِس ابدی سچائی کے مطابق کہ انسان جب اپنے آپ کو تھوڑا سا خوشحال دیکھتا ہے تو خدا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ انسان تو انسان ۔ خدا کے بارے میں بھی بحث کرنے لگ جاتا ہے۔ "اماں! ہمیں کوئی آزاد خیال چپڑاسی لادو جو روزہ نہ رکھتا ہو۔ بھئی! روزی تو وہ رکھے جسے کھانے کے لئے کچھ میسر نہ ہو۔" بھئی! میں ناک کی سیدھ پہ چلتا ہوں۔ سوکھی روٹی کھاتا ہوں۔ دو کھا آدمی ہوں۔ تلوار کی دھار پہ چلتا ہوں۔ لگام کھینچ کے چلتا ہوں۔" اگر کسی ماتحت نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ڈاڑھی رکھی ہوئی ہو تو اپنی اندرونی خباثت ۔ بد باطنی اور مذہب بیزاری کا اظہار کرنے سے نہیں چوکتے اور اُسے طنز سے "ادّے مولوی" کہہ کر پکارنے کو حفظِ نفس کا سامان قرار دیتے ہیں ۔ ایسے لوگ اختیار کی ترنگ میں آ کر اسطرح کے بول بولنا اپنا حق سمجھتے ہیں:

"مسٹر! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے ۔ آپ کس سے بات کر رہے ہیں" —— "کیا مجھ سے بڑھ کر بھی اس ادارے میں کوئی شہ دماغ ہے"؟ —— "مجھے چڑیوں کے شکار کے لئے توپوں کی ضرورت نہیں پڑے گی" —— اپنے ماتحتوں کو ایسی ایسی گالیاں دینے میں اپنا علوِ مرتبت محسوس کرتے ہیں جنہیں نقل کرنا ممکن ہی نہیں کہ قلم کا جگر اُن کے تصور سے ہی پھٹ جاتا ہے۔ ایسی ژاژ خائی سے جیسے اُن کے اختیار کی طنابیں مضبوط ہوتی ہیں —— ایسے لوگ خود کو دشنام طرازی کا شہزادہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ لوگ اُن کے شر سے بچنے کے لئے اُن کی تعظیم کرتے ہیں اور دنیا کا بدترین شخص وہ ہے ۔ جس کی بدزبانی سے ڈر کر لوگ اُس کی تعظیم کریں۔ کسی شریف آدمی کی بے عزتی کا حوصلہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو عظمتِ بشری کے مرتبے سے فروتر ہیں۔ قرآن مجید کی زبان میں ایسے لوگ جانور ہیں بلکہ جانوروں سے بھی بدتر! ایسے بدتمیز آفیسرز کی جگہ دفاتر نہیں ۔ پاگل خانے ہیں۔ متحرک و فعّال اہل کار ان کے نزدیک ان کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ ماتحتوں کے دماغوں میں سوراخ کر کے اپنی ترقی کی راہیں ہموار کرتے اور کلرکوں کی ہڈیوں پر اپنی پر دموشنوں کی عمارتیں تعمیر کرتے ہیں کام کی زیادتی کے ساتھ جھڑکیاں ، ملامت ، اُن کی غیرت کی سودا ۔ ضمیر کا بیع۔ خوامخواہ بے ایمانی کا الزام ، جھوٹ کی تہمت لگانا اُن کا شیوہ ہے —— لاہور کے ایک دفتر کا واقعہ ہے ۔ ایک اہل کار بیمار ہوا اس نے گھر سے رخصت کی درخواست بھیجی۔ انچارج آفیسر نے لکھا۔ " درخواست گذار بہانہ بنا رہا ہے۔ کام کی زیادتی ہے اُسے گھر سے بلایا جائے۔" اِس طرف سے پوسٹ مین دفتر کی یہ چٹھی (تمہاری رخصت منظور نہیں کی گئی ۔ فوراً دفتر حاضر ہوں ورنہ یکطرفہ کارروائی عمل میں لائی جائیگی) لیکر اہل کار کی گلی میں داخل ہو رہا تھا۔ اور دوسری طرف سے اہل کار کا جنازہ گھر سے نکل رہا تھا جس سے آواز آ رہی تھی :

جاؤ معصوم جنازے کے فسردہ پھولو　　میرے افسر سے کہو اب کوئی زحمت نہ کرے
جاؤ اس قتل کے بالواسطہ مجرم سے کہو　　اب کوئی وعدۂ تکلیفِ مروّت نہ کرے

بعض عہدیدار اپنی عارضی جاہ وحشمت اور بناوٹی گھمنڈ میں ایسے پھنکارتے پھرتے ھیں جیسے وہ کوئی انوکھی مخلوق ہوں۔ ماتحتوں کو گالی دینا ایسے افسروں کی ذھنی غذا ہے۔ جب وہ گالی بکتے ہیں۔ تو اس بازار کی مخلوق بھی شرما جاتی ہے۔ اکثر اھلِ منصب دفتری بالاخانوں پر نکیائی کی حیثیت رکھتے ھیں۔ ان میں کچھ شریف آدمی بھی ضرور ہوں گے لیکن غالب تعداد اوباش افسروں کی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو کسی نے کہا ہے ؎

یہ چار دن کی چاندنی تو کوئی بات نہیں　　زوال تیرے تعاقب میں ہے زوال سے ڈر

اپنے سوا ہر ایک کو بے ایمان سمجھنے اور شک کی نگاہ سے دیکھنے والے کو کبھی کبھار اپنے گریبان میں بھی جھانک لینا چاہیئے کہ بات بات پہ دوسروں کو ذھنی اذیت دینا کتنا بُرا ہے اگر اسی اذیت سے اسے دو چار کر دیا جائے تو اُس کی تاب لانا اُس کے بس میں ہوگا۔؟ پیدائشی طور پر اچھے سلوک اور رحم وکرم سے محروم افسر کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی محرومیوں کا بدلہ اپنے ماتحتوں سے لیتا رہے۔

عوام کے پیسے سے بڑی بڑی مراعات حاصل کرنے والے ان دُون نہاد افسروں نے دفتری قواعد وضوابط کو اپنے گھر کی لونڈی بنا رکھا ہے۔ سرکاری گاڑی جس پہ اپنے ذاتی کام کیلئے اصولاً افسر بھی نہیں جا سکتا کہ گاڑی صرف دفتری کام کے لئے ہوتی ہے۔ اُس پر بیوی شاپنگ کے لئے جا رہی ہے۔ بچے سکول آجا رہے ھیں۔ صاحب جی کو اگر کسی دوسرے شہر ذاتی کام جانا ہے۔ تو وہاں کے ٹُور کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لینے میں پوری مہارت رکھتے ھیں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ دفتر نے کسی دوسرے شہر سے کوئی چیز خریدنی تھی۔ جس کیلئے ایک اہلکار ہی کافی تھا۔ مگر صاحب بہادر خود تیار ہو گئے۔ اور بہانے بہانے سے اتنے چکّر لگائے کہ خریدی جانے والی چیز کی اصل قیمت سے بھی زیادہ صاحب کا ٹی اے ڈی اے بنا۔ اسی طرح ٹیلیفون جو حکومت دفتر کا کام نمٹانے کے لئے لگوا کر دیتی ہے۔ اُس پر دفتر سے زیادہ ذاتی کالیں ہوتی ہیں۔ ماتحت کے لئے اس فون پہ دفتری کام کے لئے بھی ضروری پیغام دینا منع ہے مگر کالے صاحب بہادر اور اُن کے دُم چھلے۔ بیوی اور بیوی کی امی سے فضول باتوں میں گورنمنٹ کے ہزاروں روپے پانی کی طرح بہا دیتے ھیں۔

ایسے ہی لوگ بقرعید پہ اپنے ماتحت سے کہتے ہوئے نہیں ہچکچاتے کہ "عید آ رہی ہے۔ قربانی کے لئے بکرا تو بھجوا دینا"۔ یا سائل سے کہنا۔ "دُنبے آ رہے ھیں۔ کنستر گھی کا تو دے جانا"۔ ایسے لوگ اپنا پرایا ،

دوست دشمن۔ امیر غریب کسی کو نہیں چھوڑتے ——— اپنے ماتحت کے موٹر سائیکل پر گھر آنے جانے والے آفیسر، ماتحت کو اُس کی کوتاھی پر سرزنش کر سکتے ھیں۔؟ ہاں شریف اھل کار کو جھوٹ سچ پریشان کرنا اُن کا شیوہ ہے۔ رشوت اُن کے ہاتھ کی چھڑی اور بلیک میلنگ انکی جیب کی گھڑی ہے۔ ایسے بدباطن خود تو بڑی بڑی ڈالیاں وصول کرتے ہوتے نہیں شرماتے اور اگر ایک چھوٹا اہلکار کسی چھوٹے جرم میں بھی پکڑا جائے۔ (بے شک جرم چھوٹا ہو یا بڑا جرم ہے) تو اُس کی تصویر۔ دو پولیس والوں کے ساتھ اخبارات میں آجاتی ہے "کلرک / پٹواری بیس روپے رشوت لیتے ہوئے رنگے ہاتھوں گرفتار" اور برلیف کیسوں کی صورت میں لاکھوں / کروڑوں روپے رشوت لینے والے انٹرنیشنل جغادریوں کو کوئی نہیں پوچھتا اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم چھوٹے چوروں کو سزا دیتے ہیں اور بڑے چوروں کو سلام کرتے ھیں۔

دفاتر میں ایسے صاحب بہادروں کی کارروائی زیرو کے برابر ہوتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ تنخواہ پاتے والے یہ "چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر" قسم کے لوگ۔ محنت اور ذمّہ داری سے بچنے کے لئے تمام فائلیں کسی نہ کسی بہانے نیچے مارک کرتے چلے جاتے ھیں۔ حالانکہ حکومت اُنہیں سٹینو، ٹیلیفون چپڑاسی صرف اس مقصد کے لئے مہیا کرتی ہے کہ اہم معاملات۔ آفیسر خود نمٹاتے ——— ہاں اگر کسی سے ٹکہ مکا ہو جائے تو اس کا کیس دفتری و اخلاقی فرائض کے نام پر ذاتی دلچسپی لے کر حل کرنے میں بڑی پھُرتی دکھاتے ہیں ورنہ فائلوں پر اُن کی مبلغ کارروائی "As discussed" "Discussed" - "Please Discuss" ———

("بات کریں"۔ "بات ہوئی"۔ "جیسے کہ بات ہوئی") کے اردگرد گھومتی ہوئی نظر آتی ہے۔ یا ذمّہ داری سے کنّی کتراتے ہوئے فائل پر لکھتے ھیں۔ "چٹھی پر دستخط کر دیئے گئے ھیں۔ ارسال کرنے سے پہلے ایڈریس چیک کر لیا جائے"۔ گویا اس طرح غلطی نکل آنے کی صورت میں وہ بچ جائیں گے۔

بعض بدقماش عناصر ایسے ہی افسروں کی روائتی لستیوں میں محفوظ ھیں اور انتظامیہ کے فضل، فیض صرف اس لئے اُن سے صرفِ نظر کرتے ھیں کہ وہ انہیں ماھانہ پہنچاتے ھیں۔ ایسے لوگ بددیانت افسروں کی نفسی اور جنسی کمزوریوں کو محفوظ رکھنے کا کام کرتے ——— اور زیادہ سے زیادہ ترقی پاتے ھیں۔ دفاتر میں ترقی پانے والے کا معیار بھی یہی ہے۔ کہ کوئی اھل کار کسی افسر کا کتنا جی حضوریا ہے؟ کئی ایسے لُقندرے افسروں

کے ساتھ منسلک ہیں۔ جس طرح دوشیزہ کے کان میں بالیاں ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ عہدے ملائکۃ المقربین اور ڈالیاں پیش کرنے والوں کے لئے مخصوص ہیں۔ جو اپنے افسر کے اشارۂ چشم و ابرو پر رقص کرنا حج اکبر سمجھتے ہیں۔ افسروں کی عیش و عشرت کے لیل و نہار، ان ہی ناؤ نوش کے حسین و جمیل رنگ و روغن سے تیار ہوتے ہیں۔ ایسے ہی زلہ خوار۔ نگار خانوں میں بیٹھ کر شریف لوگوں پر کلورخ اندازی کرتے۔ اور انہیں تکلیف دیکر حظ اٹھاتے ہیں۔

بعض افسروں کی نظر میں عورت کے بغیر، گلشن کا کاروبار ہی نہیں چلتا۔ دفاتر کے لات و ھُبل اور سنے ہونے آفیسران کے اردگرد دُھدکتی گلہریوں اور ریگ کنڈ اک چھپکلیوں کا ھجوم رہتا ہے۔ مرنے کے بعد انکے گھروں سے شراب کی بوتلیں اور لونڈیاں نکلتی ہیں۔ ایسے بوالہوس۔ خدا کے خوف کو آگ لگاتے اور اپنی بہو بیٹیوں کو بھول جاتے ہیں۔ فنِ خوشامد کا چراغ روشن کرنے والے۔ نزدیکانِ بے بصر۔ جی حضوریے سرکاری و غیر سرکاری کارندے۔ ایسے افسروں کے لئے عیش و عشرت کا سامان مہیا کرتے اور اپنے جائز و ناجائز کام نکلواتے ہیں۔ پیرانِ تسمہ پا ایسے منفی افسروں کا وجود آوارہ قہقہوں سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا ـــــــ کیا نگاہِ فسانہ ساز کو دوش دینے والے زلہ خوارانِ خسروی بتا سکتے ہیں کہ ریشمی پرچموں کی لہروں۔ حدیثِ نازونیاز اور ہوائے زلفِ دراز کا سرکاری دفاتر سے کیا تعلق ہے۔؟

پہنچی کچھ اس طرح سے ثقافت عروج پر | نوخیز افسروں کو سلیماں کہا گیا۔
ہر جی حضوریئے کو مناصب کی آڑ میں | شورش کیے از حلقۂ خوباں کہا گیا

اس بات سے انکار نہیں کہ کبھی آفیسر ایک جیسے نہیں ہوتے لیکن اکثریت ایسے افیسروں کی ہے جو گورنمنٹ کے کھاتے سے چھ چھ سات سات ہزار روپیہ ماہانہ تنخواہ وصول کرتے ہیں۔ ٹیلیفون۔ کار، کوٹھی، نوکروں کی سہولتیں اس پر مستزاد ہیں۔ مگر دفتر میں بیٹھ کر اُن کا کام محض اخبار بینی یا جوڑ توڑ کر کے اپنے راتب میں اضافہ کرنے کے بارے میں سوچنے سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ اور اپنے سے بڑے آفیسر کے سامنے بات بنانے کی اس طرح کوشش کرتے ہیں۔ جیسے سارا کام وہی سرانجام دے رہے ہوں۔ ٹیلیفون پر اُن کی باتیں خرافات کا پلندہ ہوتی ہیں۔ یہ لوگ جال بچھانے میں فنکار ہوتے ہیں۔ اپنے مطلب کے لئے آگے ٹانگ اڑائے رکھتے ہیں۔ کئی چہروں سے غازہ اتر جائے تو بہت سے ستم بے نقاب ہو جائیں۔ اگر واقعات تحریر کئے جائیں تو کئی شیش محل ٹوٹ سکتے ہیں۔ ایسے کرٹ کھنے افسروں کی بدولت دفتروں کا نظم و نسق ایک کھنڈر ہو کے

رہ گیا ہے اور یہ اپنے اپاہج خیالات کے باعث کسی قابل نہیں۔ ایسے جاہل آفیسر کی معیت میں عاقل ماتحت گھبراہٹ محسوس کرتا ہے۔

بعض ژولیدہ دماغ اپنے ماتحتوں سے انتہائی بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے ہیں، غریب کو کچوکے لگانا طنز، بکواس، ناجائز الزامات لگا کر ماتحت کو ہراساں کرنا اُن کا شغل بن چکا ہے۔ کوئی اچھا اہلکار کسی کمینے اور سفلے آفیسر کے جھوٹے رعب سے نہیں ڈرتا۔ ان کے پستہ قد کسی کو کیا ڈرا سکتے ہیں۔ کہ اس قبیلے کے کئی آفیسر کٹے ہوئے پتنگوں کی طرح کوڑھوں پہ پڑے ہوتے دیکھے گئے ہیں۔ اپنے اختیار کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے ماتحتوں کو اُن کے جائز حقوق سے بھی محروم رکھ کر ایسے لوگ مکارانہ ہنسی ہنسنے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اُنہیں کرسی کی ترنگ میں جھوٹ بولتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی کہ شراب کا نشہ کرسی کا گھمنڈ اور رنڈی کا بستر یکساں حیثیت کی چیز ہیں۔ زبان کی عصمت توڑ دی چیز ہے۔ یہ اس کے ساتھ بھی داشتہ کا سا سلوک کرتے ہیں۔ سائل سے کہا "دفتر والوں نے تمہارے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔ اہل کار کے خلاف درخواست لکھ کر دو"۔ دفتری اہل کار سے کہا۔ سائل کے خلاف بھرپور لکھ دیا ہے بہت اچھا کیا ہے۔ اس قسم کے ہم قافیہ آفیسر ہی ایسی ذلالت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ جو خود کسی قابل نہیں ہوتے۔ گنجائش سے زیادہ بڑا عہدہ مل جاتا ہے۔ قوت فیصلہ اپنے میں نہیں ہوتی اور الزام ہر وقت ماتحتوں کو دیتے ہیں۔ اقتدار کے سامنے جھکتے اور غریب پر سواری کرتے ہیں۔ حاکم کو دیکھ کر بھیگی بلی بن جاتے ہیں اور ماتحت کے سامنے ماش کی دال کی طرح اینٹھتے ہیں۔ جدید تہذیب کے مریض حاکم اپنے اور ماتحت کے درمیان فاصلہ رکھتے ہیں کہ تم پانچ سکیل کے آدمی منہ اُٹھا کر چلے آتے ہو میرا سکیل نمبر ۱۸ ہے، اُنیس ۱۹ مجھے ملنے والا ہے — اور اپنے سے بڑے بدتمیز آفیسر کے سامنے اس طرح کانپتے ہیں۔ جس طرح رات کے تاریک سناٹے میں گنہگار کا دل کانپتا ہے ——— بعض افسروں کو گلہ ہوتا ہے کہ ماتحت اکٹھے ہو کر اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ گویا اُن کے بُرے سلوک کے بعد ماتحتوں پہ لازم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اُن کے لئے درود سلام کے گلدستے سجایا کریں۔ اور پھر جس آفیسر نے اپنے ماتحتوں پہ مسلسل ظلم ہی کیا ہو۔ وہ خود جب کسی ابتلاء کا شکار ہوتا ہے۔ تو سب سے پہلے اس کا دماغ جواب دے جاتا۔ دل اپنے کرتوت کے تصور سے کانپنے لگتا اور آنکھوں تلے اندھیرا آجاتا ہے۔ کہ جو شخص سوال پوچھنے میں تیز ہو وہ جواب دینے میں کمزور ہوتا ہے۔

خودکشی کا تو ارادہ بھی نہ دل میں لائیے　　جائیے دفتر میں جاکر جونیئر کہلائیے
جاہلِ مطلق بھی ہو گر سینئر دب جائیے　　وہ کہے "ہم بولتا ہے" تم کہو "فرمائیے"!

دھوپ چھاؤں کی اولاد بعض آفیسر تو عضو معطل ہیں۔ ایسے زندگی بسر کرتے ہیں جیسے دفتر سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ انہیں اپنے جسم کا عیش چاہیئے۔ ماتحت کی سگریٹ کی ڈبیا سے لیکر چائے کے کپ تک کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہیں —— آپس میں ٹیلیفون پر مشورے کرکے۔ میٹنگوں کے نام پر مری۔ کوھالہ ایبٹ آباد۔ کراچی مختلف شہروں کی سیر میں گلچھرے اڑانا اُن کا معمول ہے۔ بیگم نے اگر کہہ دیا "کھانا پکانے کیلئے نوکر چاہئے" تو صاحب بہادر کے لئے کوئی خانساماں۔ چپڑاسی کے نام پہ بھرتی کرکے دفتر کی تنخواہ پہ اپنے گھر میں ڈال لینا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے —— !

ایک دفتر کیلئے ایک مالی کی سیٹ خالی تھی۔ ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے ذریعے نام منگوائے گئے تھے انٹرویو والے دن حاضری لگائی گئی۔ اُن میں ادارے کے سربراہ کا بھی ایک آدمی تھا۔ اس نے اس زعم میں کلرک کو حاضری نہ لگوائی کہ اُسے سربراہ خود بلوائے گا۔ اُمیدواروں کی لسٹ پیش کی گئی۔ صاحب بہادر نے لسٹ دیکھ کر کہا۔ "باہر جتنے آدمی آئے ہیں۔ کیا سب کی حاضری لگائی گئی ہے؟ اہلکار نے کہا۔ جی ہاں! صاحب نے کہا۔ " اینڈے وچ سلطان داناں تے کائی نہ" اور بعد میں دیکھنے والوں نے دیکھا کہ سلطان کو ہی بھرتی کیا گیا جو صاحب کے گھر پہلے ہی کام کر رہا تھا۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو اپنے زعم میں چالاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسروں کو زرخرید غلام سمجھتے ہیں۔ اور قسم قسم کی فرمائش کرنے سے بھی نہیں چوکتے اور خود اپنا یہ حال کہ بلی کو چھیچھڑا تک بھی نہیں ڈال سکتے ایسے آفیسر بہت کم ہیں کہ ماتحت بھی جن کے حسنِ سلوک کی تعریف کرتے ہوں۔ چھوٹی چھوٹی بات پر جواب طلبی کرنا انکا مشغلہ ہے۔ خود چھ چھ ماہ فائلوں پہ دیر کرنے والے آفیسر ماتحت کو یہ لکھتے ہوئے نہیں شرماتے کہ "فائل پانچ دن دیر سے آئی ہے۔ وضاحت کی جائے"۔ سیڈسٹ (Sadist) قسم کے ایسے ہی آفیسر ماتحت کو زیادہ سے زیادہ دکھ دیکر خوش ہوتے ہیں۔

بعض ایسے بھی ہیں جو اپنے ملازم سے رات دن گھر کا کام لیتے ہیں۔ مگر افطار کیلئے اُس بد قسمت ملازم کو اُس خانہ شوم سے ایک وقت کا کھانا بھی میسّر نہیں آتا۔ بعض آفیسر اپنی بدعنوانی اور بد دیانتی کو چھپانے

سے لئے بلغیر وجہ کے دوسروں پر برستے رہتے ھیں ۔ اور شریف آدمیوں کے معاملے میں تو ٹوٹے ہوئے جوتے کی طرح بڑھتے ہی چلے جاتے ھیں۔ جیسے اُن کے خیال میں دوسروں پہ برستے رہنے سے اُن کے گھناؤنے کردار پہ پردہ پڑا رہتا ھے ۔ حالانکہ خدا ذلیل کو ڈھیل دتیا چلا جاتا ہے ۔ کہ وہ اپنی سرکشی میں کہاں تک بڑھتا ھے ۔ اور ظالم یہ سمجھتا ھے کہ جو کچھ وہ کر رہا ھے ۔ صحیح کر رہا ھے ۔ اور پھر وقت آنے پہ خدا اُسے پکڑتا ھے تو دست بکھنے والے کانوں کو ہاتھ لگاتے پھرتے ھیں ——— کہ وقت پہ ایک لنگڑا مچھر ہی نمرود کی ساری نخوت کو خاک میں ملا دیتا ھے ۔

اور یہ ایک عجیب بات ھے کہ اگر ماتحت اپنی عزتِ نفس کے تحفظ کیلئے سچی بات کہتا ھے ۔ تو اُسے کہا جاتا ہے یہ بدتمیز ھے ، بد اخلاق ھے ، سازشی ھے ۔ افسروں پر کیچڑ اُچھالتا ھے ۔ اسے دفتری آداب سے واقفیت نہیں ۔ اسے گفتگو کا سلیقہ نہیں آتا ۔ اور اُسی کے مقابلے میں اگر کوئی حقیقتاً بد خلق مالک منیجر ۔ آفیسر یا جاگیردار باقاعدہ بدتمیزی اور بدزبانی کا مظاھرہ کرتا ھے تو لوگ کہتے ھیں کہ بلڈ پریشر کا مریض ھے ۔ اس کے موڈ کا پتہ نہیں چلتا ۔ کتنا عقلمند بلڈ پریشر ھے کہ اپنے سے بڑے کے سامنے نہیں بڑھتا اور ماتحت پر تیز ہو جاتا ھے ۔ !

بعض کہتے ھیں کہ فلاں آدمی احساسِ برتری میں مبتلا ھے ۔ اس لئے دوسروں کو اپنے سے کم تر سمجھتا ہے ۔ حالانکہ احساسِ برتری ۔ احساسِ کم تری ہی کی ایک دوسری شکل ھے ۔ دراصل آج کل کے معاشرے کو ایک ایسے زینے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے ۔ جس کا ہر آدمی اپنے اوپر والے کا غلام ھے نیچے والے کا خدا ھے کسی نے کیا خوب کہا ھے کہ :

شریف آدمی کی تعریف میں یہی کہنا کافی ھے کہ وہ کسی کو تکلیف نہیں دتیا ——— قدرت نے ظالم کے چہرے سے حیا اور کمینے کے چہرے سے رونق چھین رکھی ہے ——— زیردستوں پر اس قدر کم سختی کر کہ اگر زمانہ اُنہیں تجھ سے زبردست بنا دے تو ، تو اُن کے اِنتقام کی تاب لا سکے ——— جو دوسروں کی تعظیم کرتا ھے اس کی تعظیم کی جاتی ھے ——— خوش اخلاق کے ہاتھ سے زہر بھی لے لو ۔ مگر کسی بد اخلاق کے ہاتھ سے مٹھائی بھی نہ لو ——— !

۵ محنت کا صلہ اہلِ قیادت سے نہ مانگو مُردے کبھی قبروں کی کھدائی نہیں دیتے

فرعون اگر بھوکا ہوتا تو کبھی خدائی کا دعویٰ نہ کرتا ——— اپنے ماتحتوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنا چاھئے ۔ ہو سکتا ہے وہ آدمیت میں تم سے آگے ہوں ——— رسول اللہ ﷺ